سرور فاطمہ بخی

گوشۂ عافیت

www.dailyurdubooks.com

"السلام علیکم اماں!" گرمی سے بے حال، چادر سے پسینہ پونچھتی نمل — برآمدے میں بچھے اماں کے تخت پر ہی آ بیٹھی۔ سدرہ خاتون نے مٹر چھیلتے ہوئے اپنی بیٹی کی تھکی ہوئی صورت قدرے افسوس سے دیکھی۔

"وعلیکم السلام بیٹا! آ گئیں تم اچھا آرام سے بیٹھو میں پانی لے کر آتی ہوں۔" کہہ کر انہوں نے مٹر کے دانوں سے بھری ٹوکری اور چھلکوں کی تھیلی اٹھا کر کچن کی راہ لی تو نمل نے قدرے حیرانی سے ان کی پشت کو دیکھا۔

آج تو انہوں نے نہ اس سے کالج میں گزرے دن، رستوں اور ٹیچرز کے بارے میں پوچھا تھا اور نہ ہی آنے جانے کی خیریت دریافت کی تھی ورنہ تو اس کے آتے ہی سب سے پہلے اماں یہی باتیں پوچھتی تھیں۔ مگر آج تو بس خالی سلام کا جواب دیا اور پانی لینے چلی گئی۔

"یہ لیں آپی پانی۔" اماں کے بجائے کچن سے ٹھنڈے پانی کا گلاس لیے چھٹکی برآمد ہوئی جو اس کے آنے سے پہلے ہی سکول سے آ جایا کرتی تھی۔

"اماں کہاں ہیں۔" گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے بس یونہی پوچھا ورنہ انہیں کچن میں جاتا تو وہ دیکھ چکی تھی۔

"کچن اسٹول پر بیٹھی ٹھنڈی آہیں بھر رہی ہیں۔" چھٹکی کی بات پر اسے اچھو لگ گیا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا فضول بول رہی ہو۔" اس نے آنکھیں نکالیں، چھٹکی نے جلدی سے گردن پر ہاتھ رکھ کر "سچی" بولا تو اس نے ایک تیز نظر اس پر ڈالنے کے بعد نا سمجھی سے کچن کی طرف دیکھا۔ چھٹکی دھپ سے اس کے برابر میں آ بیٹھی۔

"قسم سے آپی! سچ بول رہی ہوں۔ صبح صبح باجی ہو کر گئی ہیں یہاں سے، مجھے ولید نے بتایا تھا جب ہی سے اماں کبھی یہاں کبھی وہاں بیٹھی آہیں بھر رہی ہیں۔" اس کے کان میں تقریباً گھس کر چھٹکی نے سرگوشی کی تھی۔ جو اسے لمحوں میں سب کچھ سمجھا گئی تھی۔ وہ بھی خالی گلاس ایک طرف رکھتی اماں کی طرح ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔

نمرہ باجی، ان کی بڑی بہن تھیں جن کی شادی کو ابھی بس چار ہی سال ہوئے تھے مگر ان چار سالوں میں انہوں نے بڑے دیدہ و نادیدہ غم پالے تھے۔ کہ جب بھی آتیں ان کی پریشانیاں چھوٹے بڑے مسائل اور کئی چپقلشیں ان کے ساتھ آتیں اور یہاں اماں کے پلو سے چمٹ کر گھر کے کونوں کھدروں میں پھیل کر فضا کو کئی دن تک بوجھل اور سب کو بے آرام کیے رکھتیں۔

☆☆☆

"ولید! میں کہہ رہی ہوں میرا فون واپس کرو، مجھے کام کرنا ہے۔" بلاشبہ یہ اس کی کوئی چوتھی پکار تھی جو صوفے پر اوندھے لیٹے اس کے فون پر گیم میں لگے ولید کے کان تک شاید پہنچ ہی نہ پائی تھی۔ وہ تینوں لاؤنج میں پڑھ رہے تھے جبکہ اماں ابا اور حدید بھیا کمرے میں جا چکے تھے۔

نمل نے اس بار اسے گھورتے ہوئے چھٹکی کو آنکھ مار کر سیاست سے کام لیا۔

"ذرا بھیا کو تو بلا کر لاؤ۔ مجھے یہ ٹاپک ڈسکس کرنا ہے۔" اگلے ہی لمحے ولید سیدھا ہوا۔ ایک جست میں فون اس کی گود میں پھینک کر اپنی کتابیں کھنگالنے لگا تھا۔

"لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانتے ہیں۔" پینسل منہ میں دبائی چھٹکی نے لمحہ نہ لگایا تھا خود سے ایک سال بڑے بھائی کو چڑانے میں، اور پھر کراہ کر رہ گئی تھی کیونکہ ولید نے اس کی پونی ٹیل خوب زور سے کھینچی۔

"بلا ہی لینا چاہیے تھا مجھے بھیا کو....." اس نے منہ بنا کر کہا جب کہ ایک ہاتھ سر پہ بھی رکھا تھا۔

نمل نے دونوں کو خاموش کرایا ورنہ ان دونوں کی ایسی ہی ہلکی تو تو میں میں اگلے کچھ منٹوں میں اچھی خاصی لڑائی اختیار کر جاتی تھی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دودھ کے گلاس لیے اماں آ گئیں۔

www.dailyurdubooks.com
URDU BOOKS DAILY

"ہوگیا ہوم ورک تم دونوں کا۔" ان دونوں کو گلاس دے کر وہ نمل کے پاس آ بیٹھیں۔

ان دونوں نے بیگ سمیٹتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو اماں نے دودھ کمرے میں جا کر پینے کی ہدایت کرتے ہوئے انہیں روانہ کیا۔

"اب تم بھی بس کر دو، باقی کل کر لینا، دیکھو تو کتنا سامنہ نکل آیا ہے تمہارا اور یہ حلقے دیکھو جو دن بدن بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔" اب کے انہوں نے اسے بھی رگڑا۔ وہ منہ بنا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ایسی ہی ہوں میں، کچھ نہیں ہوا مجھے، آپ تو ایسے بول رہی ہیں جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔" کتاب بند کر کے اس نے دودھ کا گلاس ٹیبل پر رکھا اور اماں کی گود میں سر رکھ کر پاؤں صوفے پہ پھیلا کر لیٹ گئی۔

اماں دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"تمہارے ابا کے دوست کے گھر والے آ رہے ہیں تمہیں دیکھنے۔"

"امی ی ی ی ی۔" وہ کراہ کر رہ گئی۔

اماں کو اس پر ایسے پیار تب آتا جب وہ اس کے لیے کسی نہ کسی رشتے کا ذکر کرتی پائی جاتیں۔ جبکہ نمل کا دور دور تک شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کہ اس کا ارادہ گریجویشن کے بعد ماسٹرز کرنے کا تھا، وہ الگ بات کہ اماں اس کے کسی ایسے ارادے کو قطعی خاطر میں لانے والی نہ تھیں۔ انہیں جیسے ہی کوئی معقول رشتہ ملتا وہ اسے بیاہ دیتیں۔

"چپ..... خبردار جو ایک بھی لفظ بولا تم نے تو۔" انہوں نے ڈپٹا کیونکہ اس کی فضول بہانے بازیوں سے (بقول اماں) وہ بخوبی واقف تھیں۔

"نمرہ (بڑی بیٹی) کو بھی بلایا ہے۔ اب دیکھو آتی ہے یا نہیں..... اس بے چاری کی بھی کئی ذمہ داریاں ہیں۔" ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اماں بتانے لگیں.....

"دو سال کا آفت بچہ سنبھالے پاس سسر کی خدمت کرے اوپر سے کنوارے دیور کی ذمہ داری الگ..... گھر کی بڑی بہو ہونے کے ناتے ہر گھڑی ہلکان رہتی ہے میری بچی۔" ان کے لہجے کے درد نے نمل کو لیٹے سے اٹھا دیا تھا۔

اسی چیز سے تو اختلاف تھا اسے کہ باجی خود تو دو چار باتیں کر کے دل ٹھنڈا کر کے چلی جاتی ہیں جبکہ اماں یہ سب سوچ سوچ کر یونہی دکھی ہوتی رہتی تھیں۔ گو اماں ان ماؤں میں قطعی نہ تھیں کہ بیٹی کے آنسو دیکھ کر اس کے سسرال والوں کو دس سنا کر بیٹی کو ان کے خلاف پٹیاں پڑھانے لگتیں مگر انہوں نے باجی کو کبھی اس بات پر ٹوکا بھی نہ تھا کہ اس طرح کے مسائل تو ہر گھر اور ہر شادی شدہ لڑکی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ الٹا وہ خود اس کی باتیں دل پہ لے کر کلیجہ جلاتی رہتیں۔

"اماں آپ بھی حد کرتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ آپ آپی کو سمجھائیں کہ اس طرح بات بے بات شکوے کر کے آپ کو پریشان نہ کریں۔ الٹا آپ انہیں درست کیے رہی ہیں۔" اماں شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

اس کا انداز انہیں کچھ ناگوار گزرا تھا۔ وہ پہلے بھی اس طرح کی باتیں ڈھکے چھپے لفظوں میں اماں کے گوش گزار کر چکی تھی۔

"تو کیا میری بچی جھوٹ بولتی ہے۔ ارے ساری پریشانیاں تو اس کی صورت سے ہویدا ہوتی ہیں۔"

"اف امی....." وہ جھنجھلائی۔

"باجی جھوٹ نہیں بولتیں، مبالغہ آرائی سے کام لیتی ہیں، بات کا بتنگڑ بناتی ہیں۔"

"مطلب کیا ہے تمہارے کہنے کا۔" اماں نے تیوریاں چڑھائیں پہلوٹی کی اولاد ہونے کے ناتے باجی نمرہ انہیں خاصی عزیز تھیں۔ بات کہاں سے کہاں چلی گئی تھی۔

"میرا مطلب یہ ہے پیاری اماں کہ اس طرح کے مسائل ہر گھر میں ہوتے ہیں جن کا رونا باجی روتی ہیں۔" وہ ان کے ٹھوڑا قریب ہو کر نرمی سے کہنے لگی۔

www.dailyurdubooks.com
URDU BOOKS

"مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں نا کہ آپ یہ سب اس طرح نشر کرتے پھریں۔ خود تو پریشان ہیں دوسروں کو بھی پریشان کریں۔ اب ساس بہوؤں کی ہلکی پھلکی چپقلش، شوہر کے رویّے سے شاکی ہونا، بچوں کی چھوٹی بڑی پریشانیاں، ذمہ داریوں کا بوجھ اور گھر کے نہ ختم ہونے والے کام ہیں..... ان چیزوں سے تو کوئی بھی گھر خالی نہیں کوئی عورت اس سے بچی نہیں..... مگر اس طرح تو نہیں ناں جیسے باجی کرتی ہے۔ بڑھا چڑھا کر ایک کی دس بیان کر کے سارا بوجھ ماں کے کندھے پر دھر کر خود سکھ کا سانس لو..... پھر ماں چاہے اس دکھ کے بوجھ تلے گھٹ گھٹ کر سانس لے یا کھل کر..... ان کی بلا سے۔" وہ بولنے پہ آئی تو بولتی چلی گئی۔ جبکہ اماں منہ کھولے حیرانی سے یہ نگارشات سن رہی تھیں۔

"باؤلی ہوئی ہے کیا.....؟" انہوں نے آنکھیں نکالی۔

"اب میری بیٹی مجھ سے دل کی بات نہ کرے تو کیا گھٹ گھٹ کر جی ساڑے اپنا.....؟" وہی ڈھاک کے تین پات اس کی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

"اماں اگر اپنا جی ہلکا ہونے سے دوسروں کا جی بھاری ہوتا ہو تو کیا فائدہ.....؟" وہ رسانیت سے بولی۔ اماں نے پیار سے اس کے ایک چپت لگائی۔

"ابھی تو نے کچھ دیکھا نہیں ناں..... جب ہی ایسا بول رہی ہے۔ اللہ نہ کرے مگر بعد میں تم بھی ایسا ہی کرو گی۔ ہر شادی شدہ لڑکی اپنے دکھ سکھ ماں سے کہتی ہے۔ اب اگر ہم ماؤں کے تھوڑا سا جی برا ہونے سے بیٹی کو دو گھڑی کا سکون نصیب ہوتا ہے تو کیا برائی ہے اس میں؟

بھئی یہ میکہ ہی تو شادی شدہ بچیوں کا گوشہ عافیت ہوتا ہے۔ بس اگر اس گوشہ عافیت میں تھوڑی دیر کو کچھ کہہ سن کر جی ہلکا کر کے تھوڑا سستا لیتی ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے، ہم نے تو ہر حال میں تم بچوں کے غم لینے ہوتے ہیں۔"

ان کے لہجے میں ممتا کی شیرینی تھی..... اور ان کی باتیں حرف بہ حرف درست ہی تو تھیں۔ مگر کیا یہ فعل ٹھیک تھا؟ ان کے ذرا سا جی ہلکا کرنے سے اگر ان کے گوشہ عافیت کی فضا مکدر ہوتی ہو تو ان کے جی ہلکا کرنے کا فائدہ کیا ہوا۔ لڑکی تو جی ہلکا کر کے دو گھڑی سکون کے گزار کر چل دیتی ہے جبکہ پیچھے گوشہ عافیت کے مکین ہر گھڑی ہولتے ہی رہتے ہیں کہ جانے بچی پر کیا گزر رہی ہوگی۔ یہی شاید نمل کا موقف تھا جو وہ اماں کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔

☆☆☆

قسمت کی یاوری تھی۔ آنے والوں کو نمل نہ صرف پسند آئی تھی بلکہ وہ لوگ جھٹ منگنی پٹ بیاہ پر زور بھی دینے لگے تھے۔ اماں ابا کو اور کیا چاہیے تھا۔ دیکھے بھالے لوگ تھے سو منگنی کے جھنجھٹ میں پڑے بغیر ہی دو ماہ بعد کی تاریخ انہیں دے دی تھی۔

نمل کے ناک بھوں چڑھانے کو کوئی خاطر میں نہ لایا تھا..... اور اب صورت حال یہ تھی کہ نمل تو فائنل پیپرز کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی جبکہ اماں اس کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے کر رہی تھیں۔ نمرہ باجی بھی ہر دوسرے دن آ جاتی تھیں۔ ان سب تیاریوں اور مصروفیت کے باوجود وہ اپنے دکھڑے رونا بھی نہ بھولی تھیں۔

"میں تو اماں! روز و شب بس یہی دعا کرتی ہوں کہ میری بہن کا سسرال مجھ جیسا نہ ہو، ورنہ رُل جائے گی میری پھولوں جیسی بہن....." ساس، شوہر کی چند ایک شکایتوں میں خود کو حتی المقدور مظلوم ثابت کرنے کے بعد ان دنوں باجی کی تان آخر میں بس اس بات پر ہی ٹوٹتی..... جس پہ اماں زیر لب آمین کہہ کر ان کی حالت پر ایک سرد آہ فضا میں بکھیر دیتیں جس کا بوجھ ادھر ادھر کتابیں بکھرائے پڑھائی میں غرق نمل کی سانس بھی بھاری کر دیتی تھی۔

"اب کل کا بتاؤں آپ کو اماں..... سالن میں مرچیں ذرا سی تیز ہو گئیں تو امی (ساس) نے طبیعت کی خرابی کہہ کر کھانے سے منع کر دیا مگر جب شام کو علی

www.dailyurdubooks.com
DAILY URDU BOOKS

آئے تو ایک کی دس لگا کر شکایتیں کیں جس پر وہ صبح تک مجھ سے منہ بنائے ہوئے تھے .....ارے اگر مرچوں کی ہی شکایت تھی تو مجھ سے اسی وقت کہہ دیتیں میں کچھ اور بنا دیتی ان کو..... مگر نہیں بیٹے کے آگے بہو کی پوزیشن خراب کرنے کا کوئی موقع وہ کیسے جانے دیتیں۔ اب اللہ کرے نمل کی ساس ایسی نہ ہو۔" اپنا دکھڑا روتے ہوئے انہیں پھر سے بہن کا خیال آیا تھا۔

اتنے میں چھٹکی ان کے دو سالہ حمزہ کو گود میں لیے ان کے پاس آئی تھی جس نے مٹی میں کھیل کھیل کر کپڑوں کا حشر کر دیا تھا۔

"اے چھٹکی تم کس لیے تھیں اس کے ساتھ جو یہ حال بنا لیا اس نے۔" باجی ہائے وائے کرنے لگیں۔

"دیکھ رہی ہیں اماں! یہ حال ہوتا ہے میرا..... پورا دھیان پہ گیا ہے یہ ننھا بھی مجال ہے مجھے دو گھڑی کا سکون دیتا ہو....." بات اور حالات کو اپنے حق میں کرنا وہ خوب جانتی تھیں۔

نمل نے ایک بے زار نظر ان پر ڈالی اور کتابیں سمیٹ کر کمرے کی راہ لی، کیونکہ انہیں کچھ کہنا بے کار تھا۔

☆☆☆

دو ماہ پر لگا کر گزر گئے تھے۔ نمل نے جس دن آخری پرچہ دیا اسی شام اماں نے اسے مایوں بٹھا دیا ..... شادی کی ساری تیاریاں وہ اور باجی سنبھالے ہوئے تھیں اور پھر جلد ہی وہ دن بھی آیا جب اسے پیا دیس سدھارنا تھا۔ ان دیکھے خدشات اور کچھ خوش کن احساسات کے ساتھ اس نے بابل کا انگنا پار کیا تو عبدالصمد کے گھر والوں کو اپنا بھرپور استقبال کرتے ہوئے پایا.....اور پھر جب وہ عبدالصمد کے روبرو ہوئی تو جیسے سارے خدشات پر لگا کر اڑے تھے۔ اپنے دھیمے رویے اور پیار بھرے سلوک سے وہ اس کے دل میں گھر کر گیا تھا۔ جبکہ باقی گھر والے بھی اس کے واری صدقے ہوئے جاتے۔ سسر زمانہ بعید میں فوت ہوئے تھے جبکہ ساس اپنی چاروں اولادوں کو اپنی شفقت کی چھاؤں میں سنبھالے ہوئے تھیں۔ عبدالصمد سے بڑا ایک بھائی تھا، جو شادی شدہ دو بچوں کا باپ تھا جبکہ ایک بہن اور بھائی اس سے چھوٹے تھے۔

سب لوگ بہت اچھے اور خوش اخلاق تھے..... اور کچھ شادی کے اولین دنوں کا خمار اور ذمہ داریوں سے فراغت، وہ ہر طرف تتلی بنی اڑتی پھرتی تھی۔ دعوتوں کا لمبا چوڑا سلسلہ اور نادرن ایریاز کا مختصر ٹور ان سب میں کم و بیش دو مہینے لگ گئے تھے۔ وہ اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا اور اس پر مستزاد اس کا مطمئن اور چہکتا لہجہ اماں کے بہت اندر تک تراوٹ بھر دیتا تھا۔ جہاں دو برتن ہوں اور آواز نہ آئے تو اچنبھا ہوتا ہے ناں اسی طرح دو لوگوں میں بھی ہلکی پھلکی گرما گرمی تھوڑی بہت ناراضی کچھ اختلافات جنم لے لیں تو کوئی انوکھی بات نہیں.....اور جب یہ حالات ہوئے تو نمل کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جو سوچ رہی تھی کہ سب ایسے ہی رہے گا تو وہ بس خواب ہی ثابت ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس پہ جب ذمہ داریوں اور رویوں کا بوجھ پڑا تو وہ بوکھلا ہی گئی۔

نمرہ باجی کی باتوں کو اس نے جھوٹ تو کبھی نہ سمجھا تھا مگر اب جب اس کے اپنے تجربے میں یہ چیزیں آئیں تو اسے سچائی نظر آنے لگی جو کہ کچھ حوصلہ افزا تو قطعی نہ تھا۔ جب جب گھر میں اس کی ساس یا جٹھانی کوئی ایسی بات کر دیتیں جس سے اس کو تکلیف ہوتی تو وہ شدت سے چاہتی کہ اڑ کر اماں کے پاس پہنچ جائے اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لے۔ باجی کی حالت کا اندازہ اسے شدت سے ہونے لگتا .....اور اسے اپنا گوشہ عافیت بے طرح یاد آتا۔

☆☆☆

بھابھی اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ اس نے ناشتے کے بعد تمام صفائیاں کیں تو دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا ۔ امی سے پوچھ کر اس نے دال چاول نکال کر صاف کیے۔ دال تیار ہو گئی اس نے اسے تڑکا لگایا اور چاول بھی ابال دیے۔ دسترخوان پر جب اس نے

www.dailyurdubooks.com
URDU BOOKS

دال کے بعد چاول کی ڈش بھی لا کر رکھی تو امی کے ماتھے پر لکیر ابھر آئی۔

"میں نے تو دال بنانے کا کہا تھا تمہیں....."

اس وقت بس وہ دونوں ہی کھانے بیٹھی ہوئی تھیں۔

بڑا دیور اور عبدالصمد تو شام کو ہی آتے جبکہ باقی چھوٹی نند اور دیور کی واپسی بھی یونیورسٹی سے خاصی دیر سے ہوتی تھی۔

"جی دال ہی تو بنائی ہے امی....." اس نے دال کا باؤل ان کے قریب کیا۔ امی کی بھنویں تن گئی۔

"تو جب دال بنالی تھی پھر اس چاولوں کی کیا تک تھی۔" وہ اسی کی کہی ہوئی بات اپنے پیرائے میں لوٹا گئیں۔ نمل ہونق پن سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بھئی ایک وقت میں ایک سالن ہو تو اچھا ہوتا ہے اور پھر ہم کھانے والے ہی کتنے ہیں۔" اپنی پلیٹ میں دال ڈال کر وہ کھانے لگیں، چاولوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔

"سوری امی....." وہ خوامخواہ شرمندہ ہو رہی تھی۔

"ہمارے گھر دال کے ساتھ چاول لازمی بنتے ہیں تو اس لیے۔"

"بھئی اب ہر گھر کے اپنے انداز ہوتے ہیں۔ ہماری طرف تو ایسا نہیں ہوا کبھی۔" اور نمل کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔

وہ چاول نگلنا اس سے دشوار ہونے لگا تھا۔ بے دلی سے چند نوالے کر ہی وہ اٹھ گئی بات اگر یہیں ختم ہو جاتی تو کتنا ہی اچھا ہوتا مگر..... شام کو انہوں نے عبدالصمد کے آگے ساری بات رکھی تو اسے نئے سرے سے دکھ ہوا..... کیا ہوتا جو امی اس کی یہ غلطی نظر انداز کر دیتیں۔ حالانکہ انہوں نے ڈھکے چھپے لفظوں میں "اپنے گھر" کی بات کہہ کر اسے بہت کچھ باور کرا دیا تھا۔

"دیکھو نمل! امی کا انداز کچھ غلط نہیں..... اور نہ ہی انہوں نے مجھے یہ سب بطور تمہاری شکایت کے بتایا ہے۔" اسے پاس بٹھا کر عبدالصمد بہت نرمی اور محبت سے کہنے لگے۔

"لیکن امی کا خیال ہے کہ جس طرح میرے بات کرنے سے تم آسانی سے ساری بات سمجھ جاؤ گی۔ اس طرح شاید ان کی بات اثر انداز نہ ہو تم پر....." عبدالصمد کی بات ٹھیک تھی۔ امی کے بجائے ان کا سمجھانا نمل کو زیادہ اچھا لگ رہا تھا مگر وہ جو دل میں ایک گرہ سی پڑ گئی تھی ناں..... وہ نکل کر ہی نہ دے رہی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ غلطی میری ہے۔ میں خیال رکھوں گی آئندہ۔" وہ مسکرا کر بولی تو عبدالصمد نے نثار ہوتی نظروں سے اسے دیکھا۔ انہیں نمل کی یہ عادت بہت پسند تھی کہ غلطی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اس کی ہو یا کسی اور کی وہ بات بڑھاتی نہیں تھی۔

☆☆☆

اماں کا فون آیا تھا کل حدید کے لیے لڑکی دیکھنے جانا تھا۔ باجی تو رہنے آئی ہوئی تھیں دو دن سے مگر اسے بھی اماں نے بلا لیا تھا۔ بھرا پُرا سسرال تھا سو طرح کی ذمہ داریاں تھیں سو وہ اماں کی طرف رہنے بہت کم جاتی ہاں ہفتہ دس دن بعد عبدالصمد اسے ان سے ملوانے لے جاتے تھے۔

شام کو عبدالصمد آفس سے آئے تو اس نے ساری بات کہہ ڈالی انہیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

"امی سے پوچھ لو تم..... صبح جاتے ہوئے ڈراپ کر دوں گا۔ جلدی فری ہو گئیں تو واپس حدید چھوڑ دے گا نہیں تو میں واپس آتے ہوئے پک کر لوں گا۔" انہوں نے سہولت سے آگے کا لائحہ عمل بتایا مگر اس نے امی سے پوچھا تو انہوں نے جھٹ انکار کر دیا۔

"کل کے لیے تو صاف منع کر دو بھئی۔ کل تو میں نے ثروت (بھانجی جو ابھی عمرہ ادا کر کے لوٹی تھی) کی دعوت رکھی ہے۔" بغیر کسی لگی لپٹی کے انہوں نے صاف منع کیا تو اس کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی۔

"مگر امی! لڑکی والوں کو پیغام دیا ہوگا اماں نے آنے کا۔ تو ایسے کیسے منع کر دیں۔" وہ منمنائی۔

www.dailyurdubooks.com
DAILY URDU Books

جانتی تھی کہ جب انہوں نے ایک بات کہہ دی تو اب بحث فضول ہی تھی۔ مگر پھر بھی.....

"ارے تو کیوں منع کر کے پروگرام خراب کریں تمہاری اماں..... میں تو انہیں منع کر رہی ہوں۔ ہو آئیں وہ لوگ، تم پھر کسی دن چلی جانا۔" وہ ایسے کہہ رہی تھیں جیسے نمل کوئی ایکس وائے زیڈ ہو اور اس کا وہاں ہونا نہ ہونا برابر ہو۔ حالانکہ جس طرح یہاں اس کا ہونا ضروری تھا ویسے وہاں بھی ضروری تھا مگر امی..... انہیں اس وقت بس اپنے گھر اپنی عزت کی پروا ہو رہی تھی۔

اور پھر وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔ وہ سارا دن بڑی بے دلی سے تمام کاموں میں حصہ لیتی رہی۔ ذہن سے ایک لمحے کے لیے پروگرام نہیں نکلا تھا..... اور پھر صبح صبح جب اس نے فون کر کے اپنے نہ آنے کا بتایا تھا تو اماں کا لہجہ کس قدر رنجیدہ ہو گیا تھا۔

"تم آجاتیں تو اچھا ہوتا، ایک ہی بار میں نمٹا دیتے سارا پسند ناپسند کا معاملہ۔ اب روز روز لڑکی والوں کے ہاں جا کر کھا پی لینا اچھا تو نہیں لگتا ناں لیکن خیر....."

وہ بھی کیا کرتی اپنی اماں کو تو وہ بعد میں بھی بتا سکتی تھی مگر یہاں اگر کچھ کہتی تو بات بڑھنے کا خدشہ تھا۔ سو اس وجہ سے چپ رہی۔ شام کو عبدالصمد آفس سے آئے تو اس کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر رہ نہ سکے اور اسی وقت اسے اماں کے ہاں لے آئے۔ وہ منع کرتی رہی کہ اب جانے کا کیا فائدہ مگر انہوں نے ایک نہ سنی..... اور امی کو بھی اس وقت اس کے جانے پہ کوئی اعتراض نہ تھا۔ ان کی بھانجی کی اچھی خاصی دعوت ہو گئی تھی..... اور کیا چاہیے تھا۔ انہیں فی الحال.....

☆☆☆

"ارے نمل آگئیں، کیسا ہے میرا بچہ....." اسے دیکھتے ہی اماں واری صدقے ہوئی تھیں ساتھ میں داماد کی بلائیں بھی لے ڈالیں جو ایسے وقت بے وقت ان کی بیٹی کو ان سے ملانے لے آتا تھا۔

"سوری اماں میں دن میں نہ آسکی، وہ دعوت رکھی تھی ناں تو....." اس نے گو صبح اماں کو اطلاع تو دی تھی مگر اب مل کر پوری بات بتانا چاہتی تھی کہ ان کا دل صاف ہو۔ مگر ان کے چہرے پر تو ذرا بھی خفگی کا شائبہ تک نہ تھا۔

"ارے چھوڑو کوئی بات نہیں، تمہیں پھر کبھی لے جاؤں گی۔ اچھا کیا جو نہ آئیں، وہاں تیرے سسرال میں تیرا ہونا زیادہ ضروری تھا۔ وہی تیرا اصل گھر ہے۔ ان لوگوں کی عزت ہی تمہاری عزت ہے۔" اماں پیار سے کہنے لگیں تو اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ کاش امی بھی ایسی سوچ رکھتیں

اس کا شدت سے دل چاہا کہ اماں کی گود میں سر رکھ کر بالکل باجی کی طرح اپنا دل ہلکا کرے اور انہیں بتائے کہ بس ایک عورت کی ہی تو دعوت تھی۔ امی اگر تھوڑا سا بھی لچک دکھا دیتیں تو وہ وہاں کام نپٹا کر تھوڑے ٹائم کے لیے ہی سہی آجاتی مگر.....

"ویسے لڑکی بہت پیاری تھی۔ مجھے اور تمہاری باجی کو بہت پسند آئی۔ تمہیں بھی کسی روز ملوانے لے چلوں گی۔" اماں دھیرے دھیرے سے بتا رہی تھیں۔

بڑے بیٹے کی شادی کی خوشی کی چاہ ان کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی۔ اور وہ ان کا مسرور چہرہ دیکھتی بہت چاہنے کے باوجود بھی انہیں کچھ نہ بتا سکی۔ حالانکہ اس وقت اسے کیا کچھ نہ یاد آ رہا تھا۔ تمام چھوٹی بڑی زیادتیاں رہ رہ کر اس کا دل دکھا رہی تھیں۔ اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کچھ اماں کے آگے بیان کر کے اپنا جی ہلکا کر لے۔

اسے دفعتاً خیال آیا کہ وہ چند باتوں کی وجہ سے اپنا گوشۂ عافیت خراب نہیں کر سکتی تھی۔ کبھی نہیں.....

وہ اپنا جی ہلکا کرنے کی خاطر اماں کے مطمئن اور مسرور چہرے کو دکھ کی آماجگاہ نہیں بنا سکتی تھی۔ کبھی نہیں.....

اسے اپنا گوشۂ عافیت یونہی پرسکون رکھنا تھا..... اور حقیقت تو یہ تھی کہ ادھر کی ہوا بھی اس کی پریشانی اور تھکن سمیٹنے کا کام کر دیتی تھی۔

☆☆

www.dailyurdubooks.com
DURRUD DAILY URDU BOOKS